انوارِ حرمین

جناب خلیل حامدی صاحب

(۲)

۲۷ دسمبر ۱۹۸۴ء کو ہم مساجد کونسل کے اجلاس سے فارغ ہو کر شام کو پانچ بجے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ عزیزم سہیل احمد ہمیں اپنی گاڑی میں مدینہ لے گئے۔ میاں صاحب کے علاوہ عزیزم حسن فاروق بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا سفر ہم نے شارع الہجرۃ سے کیا۔ یہ وہ راستہ ہے جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کرتے وقت اختیار فرمایا تھا۔ یہ راستہ نہ صرف نسبتاً مختصر ہے، بلکہ نہایت بابرکت بھی ہے۔ سعودی عرب نے یہ سڑک بھی نہایت معیاری بنائی ہے۔ چار گھنٹے میں بآسانی مکہ سے مدینہ پہنچا جا سکتا ہے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۸۴ء کی شام کو ہم مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور ۲۹ دسمبر ۸۴ء کی شام کو وہاں سے جدہ آگئے ہیں۔ ہمیں دو دن مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام کا موقع ملا۔ ہماری رہائش فندق التیسیر میں رہی۔ یہ ہوٹل حرمِ نبویؐ سے بہت قریب ہے۔ اذان سن کر بھی آدمی باجماعت نماز میں شریک ہو سکتا ہے۔

اِن دنوں مسجد میں زیادہ بھیڑ نہیں ہے، البتہ جمعہ کے وقت خاصا ہجوم تھا اور مواجہہ شریف میں جا کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرتے وقت بھیڑ غیر معمولی تھی۔ عام نمازوں میں نماز کے بعد کچھ دیر انتظار کر کے مواجہہ شریف میں بغیر بھیڑ کے

سلام پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ریاض الجنۃ میں بھی نوافل ادا کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔

حرمِ نبویؐ کی فضا پر نور بسیط چھایا رہتا ہے۔ نمازوں کے اوقات ہوں یا عام اوقات مسجد میں بیٹھنے والے عالمِ استغراق میں ڈوبے رہتے ہیں۔ ذکر و فکر، تسبیح و تحمید، تلاوت و مطالعہ اور صلاۃ و سلام کے متنوع مناظر چاروں طرف دکھائی دیتے ہیں۔ اِن دِنوں زیارت کے لیے آنے والوں میں اکثریت مصر، الجزائر اور مراکش کے لوگوں کی ہے۔ پاکستانی بھی کثیر تعداد میں نظر آرہے ہیں۔ یہ وہ پاکستانی ہیں جو سعودی عرب میں مقیم ہیں اور جونہی انہیں موقع ملتا ہے یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر طبیعت میں اطمینان اور مسرت کی لہر اٹھ کھڑی ہوتی ہے کہ پاکستانی نوجوان بڑے ذوق و شوق سے دربارِ رسولؐ میں حاضری دیتے ہیں اور نماز اور سلام میں ان کی وارفتگی قابلِ دید ہوتی ہے۔ مواجہہ شریف کے سامنے کھڑا سپاہی اپنے ساتھی سے پاکستانیوں کے جذب و جنوں کی تصویر بیان کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ "ھم یحترقون" (یہ لوگ تو سوختہ دل ہیں)۔

ہم اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمیں ریاض الجنۃ کے اندر نماز پڑھنے اور کچھ لمحاتِ فکر گزارنے کا بار بار موقع ملا ہے۔ یہ جگہ بڑی مبارک اور انوارِ خداوندی کا مرکز خاص ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ما بین منبری وبیتی روضۃ من ریاض الجنۃ (میرے منبر اور گھر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)۔ یہی وجہ ہے کہ رات ہو یا دن اہلِ دل اس جگہ نماز پڑھنے اور تلاوتِ قرآن کرنے کے لیے مسابقت کرتے رہتے ہیں۔ ریاض الجنۃ کے اندر سجدے کتنے لطف دیتے ہیں، جہاں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز ہوتے رہے ہیں۔ آپ کے صحابہؓ خدا کے سامنے جبہ سائی کرتے رہے ہیں، صحابہؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام، فقہائے عظام اور اہلِ تقویٰ و ورع یہاں رکوع و سجود گزارتے رہے ہیں۔ درس و تدریس کی محفلیں جماتے رہے ہیں، مراقبہ و محاسبہ کی دنیا بساتے رہے ہیں۔ ان تصورات نے

یہاں کے سجدوں کو بڑا پُر ذوق بنا دیا ہے۔

یہ بندۂ خطا کار جب کبھی ریاض الجنۃ میں نماز پڑھتا اور سر بسجود ہوتا تو جسم میں ایک جھرجھری پیدا ہوتی۔ کبھی دل و دماغ یہ تصوّر کر کے مسرت و شادمانی میں ڈوب جاتے کہ اس عظیم جگہ پر پیشانی رکھنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے اور کبھی ندامت و ملامت کے جذبات طاری ہو جاتے کہ مجھ عصیاں کار کو یہ شرم نہیں آتی کہ گناہوں سے آلودہ پیشانی اِس پاک و بلند مرتبہ جگہ پر رکھ رہے ہو،

مگر پھر دل کو سمجھا کر کچھ تسلی ہو جاتی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔ وہ تجھے اگر یہاں لے آئی ہے تو یہ اُس کی تجھ پر بڑی عنایت ہے۔ اس موقع سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہیے اور اس کی مغفرت و رحمت کے حصول کی فکر کرنی چاہیے۔ ان جذبات و تصوّرات کے اندر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا زبان پر جاری ہو جاتی کہ:

رب اغفر وارحم واعف عنا و تکرّم و تجاوز عما تعلم انک تعلم ما لا نعلم ۔ انک انت الاعزّ الاکرم۔

اے میرے رب! بخش دے، رحم فرما، معاف کر دے، مہربان ہو جا، جو گناہ تیرے علم میں ہیں اُن سے تجاوز فرما، تو وہ کچھ جانتا ہے جو ہم نہیں جانتے۔ بے شک تو بڑا غلبہ رکھنے والا اور بڑا اکرم کرنے والا ہے۔

ریاض الجنۃ کی ایک شان تو وہ ہے جو اُوپر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس کی دوسری شان بھی عجیب ہے۔ ایک ستون پر جو روضہ مبارک کی جالی سے متصل ہے اور سب سے اگلی صف میں نصب ہے یہ عبارت کندہ ہے کہ ھذہ اسطوانۃ السریر (یہ چارپائی والا ستون ہے)۔ اِس جگہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چارپائی بچھائی گئی تھی۔ اُسی قطار میں جالی سے متصل دوسرا ستون ہے جس پر لکھا ہوا ہے ھذہ اسطوانۃ الحرس (یہ پہرے کا ستون ہے) یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ بیٹھتے تھے۔ تیسرے ستون پر ھذہ اسطوانۃ الوفود لکھا ہوا ہے۔ یہاں آنحضورؐ باہر سے آنے والے وفود سے ملتے تھے۔ ایک

اور ستون کی تحریر یہ ہے: ھٰذہ الاسطوانۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز تہجد گزارتی رہی ہیں۔ ایک اور بھی بڑا دلچسپ ستون ہے۔ یہ اسطوانۃ ابی لبابہ ہے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے ایک اہم راز افشا کر دینے کی چوک ہوگئی تھی۔ اس پر انھوں نے اپنے آپ کو سزا دینے کے لیے اس ستون کے ساتھ باندھ لیا تھا اور تمام کھانا پینا چھوڑ دیا تھا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔ نفس کی تادیب اور محاسبے کی یہ عبرت انگیز مثال ہے۔

خاکسار ان ستونوں کو دیکھتا، کبھی ان کے ساتھ لگ کر بیٹھتا۔ بس دل تھا اور اک موجِ اضطراب تھی۔ رُوح بے چین، دماغ متزلزل اور طبیعت بے قرار۔ یہ کیا مقامات ہیں۔ اِن مقامات نے کن برگزیدہ ہستیوں کو جگہ دی ہے۔ ایمان و ایقان کے یہاں کیا دریا بہتے رہے ہیں۔ خدا اور بندے کے درمیان یہاں کیسے کیسے رشتے استوار ہوتے رہے ہیں۔ فیض و فضل کے کیا کیا جام یہاں لنڈھائے گئے ہیں۔ انوار و تجلیات نے یہاں کیا کیا کرشمے دکھائے ہیں۔ یہ کیا مقامات ہیں اور میں کیسے یہاں آ بیٹھا ہوں۔ میں کیا ہوں۔ میری ہستی کیا ہے۔ عقل و خرد جواب دیے جا رہی ہے۔ اک بے خودی طاری ہے۔ یہ کیوں طاری ہے۔ اللہ اللہ۔ دیدہ بینائی یا شعبدۂ عنقائی!!

الا یا ایھا الساقی ادر کاساً و ناولھا
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

حرم نبوی کی انتظامیہ نے اب عورتوں کے لیے بھی ریاض الجنۃ میں نماز گزارنے اور مواجہہ شریف پر جا کر سلام عرض کرنے کے لیے نمازِ ظہر کے بعد وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس وقت ریاض الجنۃ کو اور مواجہہ شریف کو مردوں سے خالی کروا لیا جاتا ہے۔ یہ نہایت مناسب انتظام ہے۔ عورتیں تو مردوں سے بھی زیادہ رقیق القلب ہیں۔ ان دونوں مقامات پر ان کی دلگدازی اور آشفتہ سری الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ ایک افریقی عورت، سیاہ فام، عمر رسیدہ، سادہ لباس میں ملبوس، اپنی زبان کے سوا دنیا کی ہر زبان و ادا سے ناواقف مواجہہ شریف میں کھڑی ہے۔ آنکھوں سے زار زار آنسو ٹپک

رہے ہیں۔ لباس وشکل سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی دور دراز اور انتہائی پسماندہ افریقی ملک سے آئی ہے۔ وہ زبان سے کچھ کہنا چاہتی ہے، مگر اظہارِ خیال میں عاجز ہو رہی ہے۔ "بے زبانی ہے زباں میری" اس کا سہارا بنی ہوئی ہے۔ جس ہستی کو وہ سلام کرنے آئی ہے، اُس کی محبت نے اُس کے دل میں ایسا سوز بھر دیا ہے کہ فراق تو فراق، وصل بھی اس کے لیے فزونیٔ اضطراب کا موجب ہو رہا ہے۔ اس طرح کے انسانی نمونے اضطراب اور درد و سوز کے نمونے یہاں قدم قدم پر ملتے ہیں۔

رات تیسیر ہوٹل میں گزاری۔ آج جمعۃ المبارک کا دن ہے، جلدی سے حرم شریف میں چلے گئے تاکہ اگلی صفوں میں جگہ مل جائے۔ جمعہ کی پہلی اذان ہونے سے پہلے تک لوگ تلاوتِ قرآن یا اوراد و ذکر میں مصروف رہے۔ تلاوت کی گونج مسجد میں بڑے دل نشین انداز میں پھیل رہی ہے۔ مسجد میں تلاوتِ قرآن کا یہ انداز یہاں کی تمام مسجدوں میں عام ہے۔ اگر یہ انداز منصورہ کی مسجد میں رواج دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ ہمارے بعض نازک طبع دوست ہی تلاوت کرنے والوں کی خبر لے ڈالیں بایں دلیل کہ اس طرح اُن کی نماز میں یکسوئی نہیں رہتی۔

جمعہ کا خطبہ نوجوان خطیب عبداللہ الراجم نے دیا۔ خطبے میں انھوں نے یہاں کے عام طریقے سے ہٹ کر اسلام کی بنیادی باتوں اور دعوتِ اسلامی کے تقاضوں اور مسلمانوں کی غفلت کو موضوع بنایا۔ دوسرے خطبے میں انھوں نے اُن عرب نوجوانوں پر تنقید کی جو سونے کی انگشتریاں اور سونے کی چین والی گھڑیاں ہاتھوں میں پہنتے ہیں۔

عصر کے بعد شہدائے احد کو سلام کرنے کے لیے گئے۔ مسنون طریقے سے ان کے حق میں دُعا کی اور پھر تھوڑی دیر رُک کر خاکسار اور جناب محترم میاں صاحب اور حسن فاروق اور عزیزم سہیل حامدی غزوۂ احد کے مقامات و احوال پر گفتگو کرتے رہے۔ ہم جبلِ رُماۃ کے دامن میں کھڑے تھے اور چشمِ تصور میں لشکرِ کفار ابوسفیان کی قیادت میں اور لشکرِ اسلام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں گھوم رہا تھا۔ سامنے وہ پہاڑ تھا جسے اُحد کہتے ہیں اور جس کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احد یحبنا ونحبہ

(احد ہم سے اور ہم احد سے محبت کرتے ہیں) احد کا میدان جہاں تاریخِ اسلام کی دوسری اہم جنگ لڑی گئی۔ اب میدان نہیں ہے بلکہ طرزِ نو کا سٹلائٹ ٹاؤن ہے۔

مغرب کی نماز حرم نبوی میں ادا کرنے کے لیے ہم واپس چل دیئے۔ مدینہ منورہ اب ماڈرن شہر بن گیا ہے اور بنتا جا رہا ہے۔ یہاں کی نوبنو ماڈل کی کوٹھیاں اور بنگلے، کشادہ سڑکیں، جدید ترین ملبوسات اور جدید ترین سامان آرائش اور جدید ترین اختراعات سے بھرے ہوئے سٹور اور اونچے درجے کے ہوٹل اس قدر فضائے مدینہ پر محیط ہو چکے ہیں کہ اب یہاں ان تاریخی مقامات کو تلاش کرنا اور سوز و بینوں کی ان حکایات کے شواہد ڈھونڈنا جو اسلام کی پہلی ریاست سے وابستہ ہیں، مشکل ہو گیا ہے۔ موٹر میں بیٹھے ہوئے ہیں نے بڑی کوشش کی کہ کوہ سلع نظر آ جائے، کہف بنی حرام دیکھ لیں، سقیفہ بنی سعد کی جگہ دیکھ لیں جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت کا انعقاد ہوا، بئر بضع کا نام و نشان معلوم کر لیں بئر السقیا اور بئر الخاتم کا محلِ وقوع معلوم کر لیں اور ان لاتعداد مقامات و آثار میں سے کوئی سے دو چار مقامات کا سراغ لگا لیں جو یہاں قدم قدم پر بکھرے ہوئے ہیں، مگر ہر بار نظر خائب و خاسر واپس لوٹ آئی۔ ان آثار کو دیکھنا کوئی شرعی حقیقت نہیں رکھتا صرف تاریخ پسند ذوق کی تسکین اور سیرتِ رسولؐ اور سیرتِ صحابہؓ کے ارضی زاویوں کی تحقیق مطلوب ہے۔ بہرحال جدید مدینہ منورہ عصرِ حاضر کی تہذیب و تمدن کے مناظر پیش کرتا ہے۔ یہ ایک قدرتی بات ہے۔ ہر دور اپنے تقاضے لے کر آتا ہے اور انسانوں کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے۔ عصری تقاضوں کا مقابلہ کرنے اور اپنے تشخص کو قائم رکھنے کے لیے انسان کے اندر غیر معمولی قوتِ عزم و ارادہ درکار ہے جو یہاں بڑی حد تک مفقود ہے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں ہوٹلوں کی بھرمار ہے۔ جدھر جائیں نئے نئے عالیشان ہوٹل نظر آتے ہیں۔ خوشحال زائرین کے لیے ان ہوٹلوں کا قیام بڑی سہولت فراہم کر رہا ہے۔

راقم ۱۹۸۴ء کے حج کے موقع پر جب عزیزم سہیل حامدی کے ساتھ مدینہ منورہ آیا تھا تو آثارِ مدینہ کی میدانی تحقیق پر کچھ وقت لگایا تھا۔ تاریخ و آثار کی معتبر کتابوں کے حوالے سے مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات کی تحقیق کی تھی اور یہ بھی نوٹ کیا تھا کہ ان مقامات کا موجود

نام کیا ہے اور محل وقوع کیا شکل اختیار کر چکا ہے۔ راقم کو کبھی اللہ نے فرصت عطا فرمائی تو اپنی اس تحقیق کو شائع کرے گا۔

سعودی حکومت کے بعض اداروں نے بھی اب آثار کی تحقیق شروع کر دی ہے۔ سعودی ائیر لائنز کے ماہانہ رسالہ "اہلاً و سہلاً" کے شمارہ جنوری ۱۹۸۵ء میں سعودی عرب کے نامور عالمِ اثریات ڈاکٹر عبدالرحمٰن انصاری کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ حکومت نے آثار و عجائب کے لیے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ملک بھر میں تمام تاریخی آثار کی کھوج لگا کر ان کی حفاظت کا انتظام کرے۔ نیز جامعہ ریاض میں بھی اس غرض کے لیے ایک شعبہ قائم کیا گیا ہے۔ علمی طور پر سعودی عرب کے چند اہلِ علم اپنے ذاتی ذوق و شوق کی بدولت اس موضوع پر قابلِ قدر تحقیقات پیش کر چکے ہیں۔ ان میں علامہ حمد الجاسر، الشیخ عبد القدوس انصاری، عبداللہ بن خمیس، محمد بن ناصر العبودی، سعد بن جُنَیدِل اور عاتق البلادی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ حضرات تو عام آثار و مواقع میں دلچسپی لیتے رہے ہیں، لیکن اسلامی آثار اور عہدِ نبوت و عہدِ خلافتِ راشدہ اور بعد کے ادوار کے اسلامی آثار پر سعودی عرب میں صرف ایک نوجوان خصوصی بصیرت رکھتے ہیں۔ ان کا نام ڈاکٹر سعد عبدالعزیز ہے۔ آج کل وہ ربذۃ نامی شہر کی کھدائیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ تاریخی شہر مدینہ منورہ کے مشرق میں ۱۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری عمر گزاری ہے۔ یہ جگہ بڑی شاداب ہوتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اسے بیت المال کے جانوروں اور جنگ میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کی چراگاہ کے طور پر مخصوص کر رکھا تھا۔

شہدائے احد سے واپسی پر ہم نے ساکنانِ بقیع کو سلام پیش کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بقیع میں ہی آرام فرما ہیں اور بھی جلیل القدر صحابہ و تابعین اور ائمہ کرام اس شہرِ خموشاں میں استراحت فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے۔

عشاء کی نماز کے بعد ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے مکان پر احباب نے ایک مختصر اجتماع

کیا - پاکستان کے تازہ حالات موضوع گفتگو رہے - ڈاکٹر نذیر صاحب ہمارے مرحوم دوست ڈاکٹر اسلم چغتائی صاحب کے داماد ہیں ۔ مدینہ منورہ میں ایک عرصے سے رہ رہے ہیں ۔

۲۹ دسمبر ۱۹۸۴ء ہفتہ کی صبح قبا کی طرف گئے - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے : من تطھر فی بیتہ ثم اتی مسجد قبا فصلی فیہ رکعتین کان کاجر عمرۃ (جس نے اپنے گھر میں طہارت کی (وضو یا غسل کیا) اور پھر وہ مسجد قبا آیا اور اس میں دو رکعت ادا کیں اُسے عمرے کا ثواب حاصل ہوا) - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی حینِ حیات قبا تشریف لاتے رہے - مکہ معظمہ سے جب آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو آپ نے شہر میں داخل ہونے کے بجائے قبا کی وادی میں کچھ روز کے لیے پڑاؤ فرمالیا تھا - پھر وہاں ایک مسجد تعمیر ہوگئی جو اسلام کی پہلی مسجد کہلاتی ہے - قرآن کریم کی اس آیت میں اُسی مسجد کی طرف اشارہ ہے: لمسجدٌ اُسس علی التقوٰی من اول یومٍ احقُّ ان تقوم فیہ (بے شک جو مسجد روز اول سے تقویٰ پر تعمیر کی گئی ہے وہ اس امر کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ آپ اس میں نماز ادا کریں)۔

مسجد میں دو رکعت ادا کیں - زائرین میں پاکستان اور الجزائر اور لیبیا کے کچھ لوگ بھی مسجد میں موجود تھے - راقم نے نماز کے بعد اس مسجد کی تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالی تو بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور بڑے شوق سے ان باتوں کو سننے لگے - قدرتاً جب کوئی آدمی پہلی بار یہاں آتا ہے تو نماز کے بعد اس کے اندر یہ جستجو پیدا ہوتی ہے کہ یہ کیا مقام ہے، اس کی یہ حیثیت کس بنا پر ہے - اس رہنمائی کا یہاں کوئی انتظام نہیں ہے، حالانکہ اس پہلو سے زائرین کو بدعات سے بچا کر اسلام اور تاریخ اسلام کی صحیح اور مفید معلومات مہیا کی جاسکتی ہیں اور زائر یہاں سے اسلام اور پیغمبرِ اسلام اور صحابہ کرامؓ کی محبت کا جذبۂ وافر لے کر جاسکتا ہے ۔

مدینہ منورہ کا قیام بہت مختصر رہا - یہ وہ جگہ ہے جہاں انسان تڑپ تڑپ کر آتا ہے اور پھر یہاں سے تڑپ تڑپ کر جاتا ہے - ہفتے کو عصر کی نماز پڑھتے ہی ہمارا یہ قافلہ جناب میاں طفیل محمد صاحب کی قیادت میں جدہ روانہ ہوگیا - مدینہ منورہ اور ساکنانِ مدینہ منورہ

کو الوداع کہا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ پھر یہاں حاضری کا موقع عطا فرمائے۔

آخر میں میں احباب کو ایک اہم اور دلچسپ امر واقعہ سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی دعوت یہاں کے نوجوانوں میں اچھی رفتار کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ یہاں کچھ بزرگ تو ایسے ہیں جنہوں نے مولانا کی زیارت کر رکھی ہے وہ اپنی ملاقاتوں کو تاریخی سرمایہ کے طور پر فخر و اعتزاز سے دوسروں کے سامنے بیان کرتے ہیں، مگر نوجوان نسل نے صرف مرحوم کا نام سُنا اور اُن کا لٹریچر پڑھا ہے۔ اسی غائبانہ تعارف کی بدولت ہی لوگ مولانا سے غیر معمولی محبت و عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں۔

۲۳ دسمبر ۱۹۸۴ء کو امام محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض میں ایک اُردنی طالب علم کے اُس مقالے پر بحث ہوئی جو اُس نے ڈاکٹریٹ کے لیے لکھا ہے۔ مقالے کا عنوان ہے: "مولانا مودودیؒ اور اُن کا نظریۂ سیاستِ شرعیہ"۔ امتحان کمیٹی نے اس پر بڑی بحث کی اور صاحب مقالہ کو پی ایچ ڈی کی ڈگری جاری کر دی۔ طائف میں ایک سعودی لڑکی ایم۔ اے کے لیے ایک مقالہ تیار کر رہی ہے۔ عنوان ہے: "مولانا مودودیؒ کے تعلیمی نظریات"۔ اسی طرح مدینہ یونیورسٹی میں ہمارے ایک نوجوان کو ایم۔ اے کے لیے ہی موضوع ملا ہے: "مولانا مودودی اور اُن کا طریقِ دعوت"۔ بیشتر ازیں اُم القریٰ یونیورسٹی سے حال ہی میں دو حضرات مولانا مودودیؒ پر تحقیقی مقالے پیش کر کے ایم اے کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ ایک اُردن کے صالح المرقیب جن کا موضوع تھا "مولانا مودودیؒ اور ان کا طریقِ انقلاب" اور دوسرے ہمارے الیف الدین ترابی[1] صاحب جنہوں نے مولانا مرحوم کے تفسیری اسلوب پر تحقیق کی ہے۔ مولانا مرحوم کے ساتھ نوجوان نسل کے یہ چند نمونے بیان کر دیئے ہیں، ورنہ یہاں تو بہت کچھ ہو رہا ہے۔

---

[1] ترابی صاحب ادارہ معارف اسلامی لاہور کے رفقائے کار میں شامل ہو چکے ہیں۔